دیے جاتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ تختِ خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اس کا خیال ہوا لیکن ایسا کرنا تمام خاندانِ خلافت کو دشمن بنالینا تھا۔ تاہم انہوں نے اس کی کچھ پروانہ کی۔'' (سرمایۂ اُردو 12، صفحہ نمبر 2)

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : مناقب عمر عبدالعزیزؒ

مصنف کا نام : علامہ شبلی نعمانی

سیاق و سباق: اس سبق میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے طرزِ حکومت اور ان کی سیرت کے روشن پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دَورِ خلافت میں مساوات اور جمہوریت کے اسلامی اصول کو اولیت دی۔ غیر مسلموں سے ان کا سلوک اسلامی تعلیمات کے عین مطابق رہا۔ انھوں نے خاندان بنی اُمیہ کے ارکان سے وہ جاگیریں واپس لے لیں جو سلاطین بنی اُمیہ نے انھیں عطا کی تھیں۔ انھوں نے خلیفہ پر تنقید کے قابل سزا جرم ہونے کی بدعت ختم کی اور خود اپنے احتساب کے لیے دو دِین دار افراد کو مقرر کیا۔ وہ بالکل عام مسلمانوں کی سی زندگی گزارتے تھے۔ وفات کے وقت ان کے پاس کل سترہ دینار تھے جن میں سے کفن دفن کے بعد بچنے والے دس دینار ورثا میں تقسیم کیے گئے تھے۔

تشریح: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا طرزِ حکومت اسلامی اصولوں کے بالکل مطابق تھا۔ اسی لیے اسلامی تاریخ میں خلفائے راشدین کے بعد انھیں دیگر تمام حکمرانوں سے زیادہ عزت و احترام حاصل ہے۔ ان کے دیگر کارناموں کے علاوہ ایک بہت نمایاں کارنامہ بنی اُمیہ کے حکمران کی غلط بخشیوں کا تدارک کرنا تھا۔ بنی اُمیہ کے سلاطین نے ملکی اراضی کا ایک بڑا حصہ عام مسلمانوں سے چھین کر اپنے خاندان کے لوگوں میں بطور جاگیر تقسیم کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل سراسر غیر اسلامی تھا۔ اسلامی نقطہ نظر تو یہ ہے کہ صاحبِ اقتدار کو قومی دولت اور وسائل کو قوم کی امانت سمجھنا چاہیے اور قومی فلاح و بہبود پر خرچ کرنا چاہیے لیکن سلاطین بنی اُمیہ نے قومی دولت کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ لیا تھا۔ ان کا رویہ بالکل وہی تھا جو صدیوں بعد ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے اپنایا۔ مغل بادشاہوں نے بھی بڑے بڑے صوبے شہزادوں کو بطور جاگیر دے دیئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلے بنی اُمیہ کے لوگوں سے یہ جاگیریں واپس لیں۔ خود عمر بن عبدالعزیز کا تعلق بھی خاندانِ بنی اُمیہ سے تھا۔ **جاگیریں واپس لینے کا مطلب** اپنے ہی خاندان کو اپنا دُشمن بنا لینا تھا لیکن عمر بن عبدالعزیز نے اس بات کی بالکل پروانہ کی اور عوام کی امانت عوام تک واپس پہنچا کر ہی رہے۔

ب: ''بنواُمیہ کے دفترِ اعمال میں سب سے زیادہ قوم کو برباد کرنے والا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا۔ عبدالملک نے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے اور جو شخص ایسا کرے گا سزا پائے گا۔ اگرچہ اس پر بھی آزادی پسند عرب کی زبانیں بند نہ ہوئیں تاہم بہت کچھ فرق آ گیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بدعت کو بالکل مٹا دیا۔ دو نہایت مُتَدَیِّن اور راستباز شخص اس کام پر مقرر کیے کہ عدالت کے وقت ان کے پاس موجود رہیں اور ان سے جو غلطی سرزد ہو فوراً ٹوک دیں۔ ان

کے اس طرزِ عمل سے لوگوں کو عام طور پر جرأت ہوگئی تھی اور لوگ نہایت بے باکی سے ان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔'' (سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 4)

حوالہ متن: سبق کا عنوان : مناقب عمر عبدالعزیزؒ

مصنف کا نام : علامہ شبلی نعمانی

سیاق و سباق: شبلی نعمانی نے محدث ابن جوزی کی کتاب ''سیرت العمرین'' کے حوالے سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت و کردار اور طرزِ حکومت کی وضاحت کرنے والے اہم واقعات نقل کیے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت اسلامی طرزِ حکومت کا نمونہ تھا۔ وہ جمہوریت و مساوات کے علمبردار تھے۔ اسی لیے ان کے دورِ اقتدار میں غیر مسلموں کو مساوی شہری حقوق حاصل تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خاندان کے ارکان سے وہ زمینیں واپس لے لیں تھیں جو ان کے پیشرو سلاطین نے بطور جاگیر عطا کی تھیں۔ انھوں نے خلیفہ وقت کے قابلِ احتساب ہونے کے اسلامی تصور کا احیا کیا تھا۔ ایک عظیم فرماں روا ہونے کے باوجود عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ترکے میں صرف سترہ دینار چھوڑے تھے جن میں سے سات دینار ان کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہوگئے تھے۔

تشریح: سلاطین بنو اُمیہ کے فیصلوں اور کارروائیوں کی فہرست میں یہ بھی شامل ہے کہ انھوں نے آزادیٔ اظہار پر پابندیاں عائد کردی تھیں۔ عرب فطری اور روایتی طور پر بے باک اور جرأتِ اظہار رکھنے والے لوگ تھے لیکن بادشاہوں اور حکام کی سخت گیری ان کی بہادری کو بزدلی میں بدلنے کے درپے تھی۔ عبدالملک نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ ناروا حکم جاری کیا تھا کہ کوئی فرد میری کسی بات، کسی کام پر تنقید کی جرأت نہ کرے، جو ایسا کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ یہ حکم سراسر غیر اسلامی تھا۔ اسلامی طرزِ حکومت میں خلیفہ سمیت کوئی حکومتی عہدیدار قانون سے بالاتر نہیں اور قوم کے ہر فرد کو اس کے اعمال و افعال پر نکتہ چینی اور جواب طلبی کا پورا حق ہے۔ خلفائے راشدین کے دَور میں ہمیں اس خود کار احتسابی سسٹم کی کارفرمائی کے کئی نمونے ملتے ہیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر فرماں روا سے ایک عام آدمی یہ سوال کرتا ہے کہ آپ نے مالِ غنیمت سے ملنے والی چادر میں سے اپنا کرتا کیسے تیار کرلیا۔ آپ کا قد لمبا ہے، کہیں آپ نے ایک کے بجائے دو چادریں تو نہیں لیں۔ سلاطین بنو اُمیہ نے اسلامی نظامِ سلطنت کے اس روشن پہلو کو فراموش کر دیا تھا۔ حکومت پر تنقید کا سلسلہ بالکل ختم تو نہ ہوا تھا۔ تاہم پہلے کی طرح اظہارِ رائے کی مکمل آزادی بھی نہ تھی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالی تو اس برائی کا خاتمہ کردیا۔ اپنا احتساب یقینی بنانے کے لیے انھوں نے دو انتہائی سچے، کھرے اور دین دار لوگوں کو متعین کیا کہ وہ عدالت کے وقت ان کے پاس موجود رہیں اور ان سے کوئی غلطی سرزد ہو تو فوراً ٹوک دیں۔ عام لوگوں نے جب خلیفہ کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو ان میں جرأتِ اظہار پیدا ہوئی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دَور میں لوگ کسی خوف کے بغیر ان کے فیصلوں اور احکامات پر تنقید کیا کرتے تھے اور یہ تنقید اسلامی جمہوریت کے اصول آزادیٔ اظہار کے عین مطابق تھی۔ اس طرزِ عمل سے حکومتی عہدیداروں اور عمال تک یہ پیغام پہنچتا تھا کہ عوام ان کی کارکردگی کا

جائزہ لے رہے ہیں اور ان کی بدعملی یا بدعنوانی پر قوم کسی صورت میں خاموش نہیں رہے گی۔

ج: ''عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت و سلطنت کا اصلِ اصول مساوات اور جمہوریت تھا۔ یعنی یہ کہ تمام لوگ یکساں حقوق رکھتے ہیں اور بادشاہ کو کسی پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں۔ صرف ملکی اُمور میں نہیں بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی میں بھی وہ اس کا لحاظ رکھتے تھے۔ ان کے کھانے کا یہ طریقہ تھا کہ عام مسلمانوں کے لیے جو لنگر خانہ تھا اس میں ایک درہم روز بھیج دیا کرتے تھے اور وہیں جا کر عام مسلمانوں کے ساتھ کھا لیتے تھے۔'' (سرمایۂ اُردو 12 صفحہ 5)

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : مناقب عمر عبدالعزیزؒ

مصنف کا نام : علامہ شبلی نعمانی

سیاق و سباق: اس سبق میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے طرزِ حکومت، غیر مسلموں سے حسن سلوک، تقویٰ اور خداخوفی کا تذکرہ بہت موثر اور دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ امیر المومنین ہونے کے باوجود عام مسلمانوں جیسی معاشرت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے اہلِ خاندان سے وہ جاگیریں واپس لے لی تھیں جو سلاطین بنو اُمیہ نے ناجائز طور پر ان میں تقسیم کی تھیں۔ عمرؒ بن عبدالعزیز غیر مسلموں کے حقوق کا پورا خیال رکھتے تھے۔ انھوں نے مساوات اور جمہوریت کے اسلامی اصول ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ انھوں نے دو نہایت دیندار افراد کے ذمے یہ کام لگا دیا تھا کہ عدالت میں ان سے کوئی غلطی ہو تو فوراً ٹوک دیں۔ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ترکے میں صرف سترہ دینار چھوڑے تھے۔ تجہیز و تکفین کے بعد بچنے والے دس دینار ان کے ورثا میں تقسیم کیے گئے تھے۔

تشریح: حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت اور اندازِ حکومت کا جائزہ لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے سلاطین بنی اُمیہ کی سابقہ روایات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جمہوریت و مساوات کے زریں اسلامی اصول کو اپنا رہنما بنایا تھا اور خلفائے راشدین کے دور کی یاد تازہ کر دی تھی۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر فرد کچھ بنیادی انسانی حقوق رکھتا ہے جن کا احترام حکومت وقت اور معاشرے پر فرض ہے۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان بنیادی انسانی حقوق کی نگہداشت کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ حکمران کو عام فرد پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں اس کی ذاتی اور معاشرتی زندگی بالکل عام مسلمان کی سی ہونی چاہیے۔ عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس اسلامی اصول کا بھی پورا خیال رکھا۔ انھوں نے خاندان بنی اُمیہ کے افراد کو ان جاگیروں اور ناجائز مراعات سے محروم کر دیا جو ان کے پیشرو حکمرانوں نے اقربا پروری کی مثال قائم کرتے ہوئے اپنے اہلِ خاندان کے لیے مخصوص کر دی تھیں۔ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود عمر بن عبدالعزیز عام مسلمانوں کے لنگر خانہ میں ایک درہم روزانہ بھیج دیتے تھے اور وہیں جا کر کھانا کھا لیتے تھے۔ ان کی یہ شعوری کوشش تھی کہ عام مسلمانوں کو یہ احساس ہو کہ خلیفہ بھی انھی کی طرح عام انسان ہے اور اسے کوئی خصوصی حقوق یا مراعات حاصل نہیں۔ دراصل یہ احساس ہی اسلامی جمہوریت کی بنیاد ہے۔ عام فرد میں یہ احساس موجود ہو تو پھر وہ اپنے حکمران کے ہر عمل اور ہر